© rasailojaraid.com

مولانا آزاد اور مولانا ملیح آبادی

گزشتہ سے پیوستہ

ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہاں پوری

۱۹۲۵ء ۱۹۲۶ء کا زمانہ تعطل کا گزرا۔ تحریک خلافت ختم ہو چکی تھی۔ شدھی سنگٹھن اور تبلیغ وتنظیم کی تحریکات نے ملک کی آزادی اور جد وجہد آزادی کے مقاصد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا ملک کی سیاسی فضا انتہائی غیر یقینی تھی۔ ملک کے سامنے کوئی سیاسی پروگرام نہ تھا۔ عوام مایوس تھے۔ ملک جن حالات کی زد میں تھا ان سے سیاسی رہنما پریشان تھے۔ مولانا آزاد نے الہلال کو دوبارہ نکالنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن یہ راہ بھی مشکلات سے پُر تھی اور سب سے بڑی رکاوٹ خود حالات تھے اس دوران میں مولانا ملیح آبادی بیمار رہنے لگے اور سخت تکلیف اٹھائی۔ صحت کچھ بحال ہوئی تو تبدیلی آب و ہوا کے لیے دہلی گئے لیکن وہاں جا کر پھر بیمار پڑ گئے اور ایک عرصے تک صاحب فراش رہے اس دوران میں انھوں نے کئی بار سوچا کہ اب انھیں مولانا آزاد سے الگ ہو کر کوئی کام کرنا چاہیے۔ لیکن گزشتہ چند سالوں میں مولانا آزاد سے اخلاص و اعتماد کے جو تعلقات رہے تھے اس بنا پر یہ فیصلہ کر لینے میں انھیں تردد تھا۔ الہلال اور پیام کی بندش کے بعد مولانا مولانا آزاد کی طرف سے مقررہ وظیفہ بھی بند تھا۔ مولانا کے حالات بھی ان کے سامنے تھے۔ انتہائی تنگی کا دور تھا اور وہ مولانا پر کسی قسم کا بار ڈالنا نہیں چاہتے تھے۔ بالآخر مجبور ہو کر انھوں نے مولانا کو لکھا کہ کلکتہ کی واپسی کا ارادہ نہیں ہے الگ کام کرنا چاہتا ہوں اگرچہ [illegible] تک ساتھ رہا ہوں [illegible] مجھے [illegible] سمجھنے لگے ہیں اور میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں چاہتا کہ آیندہ لوگوں کو میری وجہ سے آپ پر اعتراض کرنے کا موقع ملے۔ مجھے اجازت دیجیے کہ اعلان کردوں۔ آپ میرے خیالات اور میرے کاموں کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ اس خط کے جواب میں مولانا نے جو خط لکھا اس میں گویا کہ انھوں نے اپنے دل کو نکال کر رکھ دیا ہے۔ ملیح آبادی سے مولانا کی محبت اور ان کے اعتماد کا یہ ایسا ثبوت ہے کہ ان کی قسمت پر رشک آتا ہے۔ اس باب میں مولانا کا یہ خط مطالعے کی چیز ہے مولانا لکھتے ہیں :

"عزیزی! السلام علیکم

"سفر سے واپس آیا، تو ڈاک میں آپ کا خط اور کارڈ ملا۔ افسوس میں کس خیال میں تھا اور آپ کس طرف جا رہے ہیں۔ میرے وہم و گمان میں یہ بات نہ تھی کہ آپ کا یہ ارادہ ہے اگر ہوتی تو میں یہیں آپ سے گفتگو کرتا اور آپ کا اضطراب دور ہو جاتا۔ آپ نے اس تمام عرصے میں اچھی طرح اس بات کا اندازہ کر لیا ہے کہ میں نے کبھی اپنے کسی ذاتی انتفاع کے خیال سے نہ تو آپ کو باصرار روکنا چاہا نہ کسی دوسری مشغولیت کے اختیار کرنے میں حارج ہوا البتہ ہمیشہ اپنے دل کی محبت اور چاہت کی وجہ سے اس کا خواہش مند ضرور رہا کہ حتی الامکان آپ جدا نہ ہوں۔ آپ نے بھی ہمیشہ ایسے ہی جذبات ظاہر کیے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ کتنی سال کا زمانہ یکجائی میں گزر گیا اب بھی میرے دل کا وہی حال ہے۔ وہی خواہش ہے اور وہی جذبہ، اور میں نہیں جانتا کہ اس گفتگو کے بعد جو آخری مرتبہ آپ کی آیندہ زندگی اور کاموں کے متعلق ہوئی، نئی بات کون سی پیدا ہو گئی ہے، جس کی وجہ سے آپ علاحدگی کا قصد کر رہے ہیں؟ تاہم اگر آپ نے ارادہ مصمم کر ہی لیا ہے، تو میرے لیے بجز اس کے کیا رہ جاتا ہے کہ ہر حال میں آپ کی بہتری اور فلاح کا خواہش مند ہوں اور دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی کے لیے بہتر مشغولیت کا سامان کر دے۔

باقی رہی یہ بات کہ اس کی نسبت کوئی ایسا اعلان ہو جائے کہ آیندہ آپ کے کام میری طرف منسوب نہ کیے جائیں تو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ خواہ کسی پیرائے میں یہ بات لکھی جائے، یہ اعتماد کے اثر سے خالی نہ ہوگی اور جب فی الحقیقت کوئی ایسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صورت حال درپیش نہیں، تو ضرورت کیا ہے کہ خواہ مخواہ کوئی اعلان کیا جائے۔

البتہ میں اپنے دل کی محبت سے مجبور ہو کر اتنا ضرور لکھوں گا کہ آپ اگر علاحدہ نہ ہوں تو یہ بہتر ہے میں نے پچھلی گفتگو کے دوران میں تمام امور واضح کر دیئے تھے پس اگر اپنی آیندہ مالی ضروریات کا خیال ہے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اس گفتگو کے بعد آپ کو کیوں پریشانی ہوئی اس گفتگو کا خلاصہ یہ تھا کہ دو تین ماہ کے اندر کام شروع نہ ہوا، تو یہ ضروری ہوگا کہ آپ کو ایک مقررہ رقم وصول کرنے کا حق ہو۔ افسوس ہے کہ آپ بیمار ہو گئے۔ حجاز جانے کا موقع بھی باقی نہ رہا[لہ]، اب آپ کو دیکھنا تھا کہ کوئی انتظام ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر نہ ہوتا تو آپ ہی کر لیتے جو اس وقت کرنا چاہتے ہیں۔

آپ جس وقت جا رہے تھے میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ زیادہ سے زیادہ آپ ایک ماہ وطن میں رہیں گے اس لیے ضروری ہے کہ پہلی جولائی سے آپ کی نئی مشغولیت شروع ہو جائے۔ میں نے قطعی ارادہ کر لیا تھا کہ خواہ پریس جاری ہو یا نہ ہو، اخبار وغیرہ نکل سکے یا نہیں، پہلی جولائی سے کم از کم پچھتر روپیہ کا آپ کے لیے ضرور انتظام ہو جائے۔ پھر اس سفر میں بعض اشخاص نے ایک خاص اسلوب کے اخبار کے فوری اجرا پر زور دیا، تو میں نے یہ رائے قائم کی کہ اسے آپ کی ایڈیٹری میں دے دوں اور اپنی صرف نگرانی رکھوں۔ نیز کوئی ایسی صورت تجویز کرلی جائے کہ اخبار کی وجہ سے آپ کو مالی ترقی کا کافی موقع مل جائے چنانچہ کلکتہ آکر ارادہ کر رہا تھا کہ آپ کو خط لکھوں کہ آپ کے خط نے دوسری صورت پیدا کر دی۔

عزیزم! بلاشبہ کاموں کے تعطل سے جو نتائج پیدا ہوئے ان کی آپ کو شکایت ہے اور یقیناً وہ شکایت حق بجانب ہے، لیکن اگر یہ تعطل آپ کے لیے نقصان دہ ہوا، تو یقیناً میرے لیے کہیں زیادہ نقصان دہ ہوا، آپ ایک لمحے کے لیے بھی ان نقصانات کا اندازہ نہیں کر سکتے جو مجھے برداشت کرنا پڑے (کرنا پڑا، لکھا ہے) اور کر رہا ہوں بلاشبہ مجھے حق نہیں کہ اپنے نقصانات کے لیے، جو میری ہی غلطی کا نتیجہ ہیں۔ آپ کو اظہارِ ہمدردی پر مجبور کروں، لیکن کیا آپ کے لیے موزوں ہے کہ آپ صرف اپنے

© rasailojaraid.com

لہ مؤتمر اسلامی (مکہ) میں مولانا ملیح آبادی کی شرکت طے پا چکی ہے۔

© rasailojaraid.com

ہی کو دیکھیں اور میرے لیے آپ کے اندر کوئی جذبہ نہ ہو، آپ کو تو یقیناً ایسا نہ کرنا چاہیے جس کی محبت واخلاص پر مجھے اب تک اعتماد رہا ہے اور عظیم اللہ جیسے اپنا ایک عزیز و حبیب یقین کرتا ہوں۔ مان لیجیے! کسی وجہ سے آپ علیحدہ ہی ہونا چاہتے تھے تو کم از کم اس موقعہ پر تو آپ ایسا نہ کرتے، جب ضرورت تھی کہ آپ ایسا عزیز و مخلص میرا ہاتھ بٹائے۔ یقین کیجیے، مجھ پر آپ کی اس وقت کی علیحدگی اس لیے شاق گزر رہی ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ بے کاری سے بے دل ہو کر جا رہے ہیں اور مجھے آپ کے لیے ان باتوں کے انجام دینے کا موقع نہیں ملا ہے، جو انجام دینا چاہتا تھا۔ میں آپ کو اپنے ایک عزیز کی طرح مخاطب کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اگر علیحدہ ہی ہونا چاہتے ہوں تو کم از کم اس وقت علیحدہ نہ ہوں، جہاں اتنا وقت نکل گیا، وہاں چند مہینوں کا لبسر کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا میں کم از کم اس طرح کام میں آپ کو لگا دیکھوں جس طرح چاہتا ہوں کہ آپ کام کریں اور آپ کی استعداد صحیح طور پر ملک و قوم کی خدمت کے لیے کام آئے اگر کسی وجہ سے آیندہ آپ کو یہی منظور ہوا تو آپ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ زیادہ نہیں تو اس سال کے آخر تک یہ ارادہ موقوف رکھو۔

مجھے امید ہے کہ اتنے عرصے تک محبت و اعتماد نے آپ کو مجھ سے قریب رکھا آپ میرے اس حق سے انکار نہیں کریں گے کہ میں آپ سے بزور کہوں گا کہ علیحدہ نہ ہوں اور اس ارادے سے باز آجائیں۔ جتنے دن طبیعت چاہے وطن میں رہو پہلی جولائی تک میرے پاس چلے آؤ۔ پریس شروع ہو یا نہ ہو پچھتر روپیہ جولائی سے آپ کے مصارف کے لیے مہیا ہوتے رہیں گے۔ کام کی مقدار یا وقت وغیرہ کا آپ نے ایک بار ذکر کیا تھا۔ اس بارے میں کوئی مطالبہ نہیں۔ جس طرح جی میں آئے کرو سر دست لکھنے پڑھنے کے متعدد کام موجود ہیں۔

لیکن اگر وہ اخبار نکل گیا، جس کا اب قطعی ارادہ ہے اور مجبوراً اس کی ذمہ داری مجھے قبول کر لینی پڑی ہے، تو پھر انشاء اللہ دوسری ہی صورت پیش آجائے گی اور پچھتر سے کی جگہ زیادہ سے زیادہ جو رقم ہو سکے گی آپ کے لیے [illegible] ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہوگا کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یوں ہی طبیعت چست و چاق ہو جائے آپ آجائیں۔ اس اثناء میں جتنی رقم مطلوب ہو لکھ دیجیے، میں اس کا فوراً انتظام کر دوں گا ..... " (ذکر آزاد صفحہ ۳۲۸ تا ۳۲۹)

مولانا آزاد کی صدائے محبت کا جواب مولانا ملیح آبادی نے محبت سے دیا اور وہ کلکتہ لوٹ آئے۔ مولانا ملیح آبادی اس بیماری میں جس کا ذکر اوپر آیا ہے تقریباً آٹھ ماہ مبتلا رہے ان کی صحت تباہ ہو چکی تھی۔ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ مالی پریشانیوں نے ذہنی پریشانیوں میں بھی مبتلا کر دیا تھا۔ خود ملیح آبادی نے لکھا ہے کہ انھیں دنوں مولانا کے ایک رشتہ دار نے کوئی ایسی بات کہہ دی جس سے ان کی شرافت مجروح ہوتی تھی۔ وہ لکھتے ہیں:

" اس وقت انتہائی غیظ کی حالت میں مولانا کے پاس جا پہنچا اور پوری صفائی سے واقعہ بیان کر کے یہ بھی کہہ دیا کہ اب اس گھر میں ٹھہرنا ممکن نہیں۔ مولانا نے ٹھنڈے دل سے سب کچھ سنا اور بڑی متانت اور اخلاص سے فرمایا آپ کا سلوک ہر شبہے سے بالا ہے۔ ہمارا گھر بھر آپ کا معترف ہے آج تک کسی کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی "

مولانا ملیح آبادی لکھتے ہیں:

" لیکن اس واقعے نے مجھے بُری طرح ہلا ڈالا تھا اور میں اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ اب میری بے وقوفیوں کا ایک سلسلہ بندھ گیا۔ اور بے وقوفیوں نے بے لطفیوں کا دروازہ کھول دیا "

مولانا ملیح آبادی نے اپنی بے وقوفیوں کی داستان بھی سنائی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کو ملیح آبادی سے کتنی محبت تھی۔ وہ ان پر کتنا اعتماد کرتے تھے ان کے ذوق و مزاج کا کس درجہ لحاظ کرتے تھے اور اپنے ایک خورد اور عقیدت کیش کے قلب کی تسکین اور تشفی کے لیے کس طرح اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتے تھے۔ اور اس کا اسلوب بھی کس درجہ دل نشین ہے۔

مولانا ملیح آبادی لکھتے ہیں:

" مولانا نے پہلی دفعہ تنخواہوں کا اور گھر کے خرچ کا رجسٹر بنوایا "تنخواہ" کے ساتھ رجسٹر بھی دستخط کے لیے آیا۔ سخت کوفت ہوئی۔ دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور مولانا کو لکھا کہ میں تو اس وہم میں مبتلا تھا کہ آپ کے ساتھ عزیزوں کی طرح رہتا ہوں اس لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مالی معاملات کی کبھی پروا نہ ہوئی۔ لیکن آج رجسٹر نے بتایا کہ میں بھی ایک "نوکر" ہوں اب مجھے طے کرنا ہے کہ نوکری کروں یا نہ کروں؟ اور کروں، تو کتنی تنخواہ طلب کروں؟ ساتھ ہی لکھ دیا کہ یہاں میری گزر نہیں ہو سکتی"۔

اس تلخ تحریر کا جو تلخ جواب مولانا نے دیا، نقل کرتا ہوں:

"عزیزی، اگر آپ کا مقصود یہ ہے کہ آپ رہنا نہیں چاہتے تو آپ کو وہی کرنا چاہیے جس پر آپ کی طبیعت مطمئن ہو، اور میں پسند نہیں کروں گا کہ آپ ایک دن بھی ناگواریِ خاطر کے ساتھ رہیں، لیکن یہ طریقہ تو کوئی بہتر طریقہ نہیں ہے کہ ایک غلط اور بے اصل وجہ پیدا کی جائے۔ آپ کی یہ لے کس درجہ تمسخر انگیز ہے جبکہ:

(۱) کسی حسابی فرد میں کسی معین دن ضروری رقوم کے اندراج کو ذلت و عزت سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اگر ایک جگہ ایک بھنگی دس روپیہ لیتا ہو اور میں ایک ہزار اپنی ضروریات کے لیے لیتا ہوں تو یقیناً ایک کاغذ پر دونوں کا اندراج ہو سکتا ہے اور آپ کی عقل کے سوا دنیا کی کوئی عقل اسے "کمپوزیٹروں کی صف" سے تعبیر نہیں کرے گی (گزشتہ ماہ سے منشی ابن الحسن وہ دونوں رقمیں اسی میں درج کر کے بھولتے ہیں، جو میں اپنی بہنوں کو بھیجتا ہوں) کیا اس سے وہ کمپوزیٹروں کی صف میں آگئیں؟ مکان کے کرایہ کی رقم کا اس میں اندراج ہوتا ہے کیا اس سے مکان والا "کمپوزیٹروں کی صف" میں آگیا؟

(۲) پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے جوشِ جستجو سے حیل میں میری پوری بات بھی نہیں سنی، واقعہ یہ ہے کہ مجھے وقت پر یہ معاملات یاد نہیں رہتے پچھلی مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کو روپیہ ایک دو دن کی تاخیر سے ملا اور آپ نے کہا کہ اس کی وجہ سے آپ کو دقت پیش آئی۔ اس مرتبہ بھی دیکھیے آج ۱۲ ہے اور اگر آج آپ مجھے نہ کہتے تو مجھے بالکل خیال نہ تھا۔ یہ صورتحال دیکھ کر میں نے سنیچر کے دن منشی ابن الحسن صاحب سے (جبکہ وہ پیشگی رقوم محرم کے خیال سے دلا رہے تھے) احتیاطاً یہ کہا کہ پرسوں جب تنخواہوں کی شیٹ آپ بنائیں تو اس میں ایک خانہ میرے گھر کے مصارف کا بھی رکھ دیں اور اس میں ڈھائی سو روپیہ درج کر دیں۔ میں نے خیال کیا کہ اس کو خانہ سے نہیں لگے ایک تو رجسٹر مصارف میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خود بخود پورے مصارف کا اندراج ہو جائے گا دوسرے اسی وقت یہ رقوم دے دی جائیں گی۔ ان میں سو روپیہ آپ کو دینا تھا ڈیڑھ سو باہر بھیجنے تھے میں نے یہ کارروائی اس خیال سے کی تھی کہ بہتر ہوگی، اور یوں تو اکثر میرے سہو سے ہو جایا کرتی ہے۔ باقی نہیں رہے گی چنانچہ یہی بات آپ سے کہی جب آپ نے روپیہ کا ذکر کیا۔ لیکن آپ نے اس کا یہ مطلب قرار دیا یہ آپ کی طبیعت اور دل کی خوبی ہے اور میری بدقسمتی۔

بہرحال اب آپ اتنی تکلیف اور کیجیے کہ اس کے ساتھ جو کاغذ بھیجتا ہوں وہ منشی ابن الحسن صاحب کو بھیج کر اُن سے کاغذ منگوا لیجیے اور دیکھ لیجیے کہ اس "صف" میں آپ کا نام ہے یا نہیں ؟

آپ نے میرے دلی جذبات کے ساتھ جو آپ کے لیے رکھتا ہوں بہت ہی سخت ناانصافی کی ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ وہی کرے، جس میں آپ کی بہتری ہو میرا آپ کا تعلق کاروباری نہ تھا جس کے لیے پندرہ دن یا ایک ماہ کے نوٹس کا سوال ہو۔ دل کی محبت کا تھا۔ اس کی تبدیلی کی صورت میں اپنے اوپر جبر کر کے کام کرنا کسی طرح بھی بہتر نہ ہوگا۔

میں آپ کے دل کی یہ حالت (جس کا اس وقت اچانک انکشاف ہوا) پوری طرح محسوس نہیں کر سکا تھا، لیکن یہ محسوس کر چکا تھا کہ آپ جم کر کسی ایک شغل میں نہیں رہ سکیں گے اور کام کے متعلق جو ارادے ظاہر کیے جا رہے ہیں وہ سب چند دنوں کے اشتعال کے بعد رہ جائیں گے۔ بایں ہمہ آپ کی اس گفتگو سے جو آپ نے دسمبر میں کی تھی میں نے اثر قبول کرنے سے انکار نہیں کیا اس میں پیغام کا حصہ ہو چکا، الہلال کا باقی تھا۔ اب وہ بھی ہو چکا"۔

خیر ان باتوں کا تذکرہ بے سود ہے۔ میں ہر حال میں آپ کی بہتری چاہوں گا۔ اور جو کچھ کر سکتا ہوں کروں گا"۔

اس خط کے بعد سہ پہر کو میں چائے پینے نہیں گیا۔ خود بلایا اور ادھر ادھر کے دلچسپ تذکرے چھیڑ دیے مگر مجھ سے بات نہ کی اور رخصت کیا دوسرا خط آیا کہ خط نے مجھے مزید تکلیف میں مبتلا کر دیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ بھلا پیغام کے بند ہونے میں میرا کیا قصور تھا؟ ہم سب جیل بھیج دیے گئے، پرچہ بند ہو گیا، چھوٹے، تو آپ نے میرے تقاضوں پر بھی پیغام کو زندہ نہ کیا۔ ہنسے اور فرمایا "یہ تو صحیح ہے مگر کیا الزام لگانے کا حق بھی آپ مجھے نہیں دے سکتے"۔

(ذکر آزاد صفحہ ۳۹ ۳ تا ۳۴۳)

آگے چل کر مولانا ملیح آبادی نے "پھر ناگواری" کے عنوان سے اپنی ناراضگی، بے دلی وغیرہ کے بعض واقعات لکھے ہیں۔ جن میں نمایاں واقعہ یہ ہے کہ اب وہ مولانا آزاد کے ساتھ رہنے کے بجائے الگ انتظام کر کے رہنا چاہتے تھے۔ ان کے اصرار کو دیکھ کر مولانا بھی مکان تلاش کرنے کے لیے کہہ دیتے تھے لیکن مولانا ملیح آبادی کے بقول صورت حال یہ تھی۔

"مولانا لکھ تو دیتے تھے کہ قیام کا دوسری جگہ بندوبست ہو جائے، مگر جانے پر ایسی باتیں کرتے تھے کہ میں پھر رک جاتا تھا۔ کبھی کہتے، علحدہ انتظام کی صورت میں زیادہ مصارف ہوں گے، اور بجٹ میں ابھی گنجائش نہیں۔ کبھی فرماتے، علحدگی کا تصور بھی بے وفائی ہے۔ اور آپ کو بے وفا نہیں ہونا چاہیے تو خود میرے دل کی بھی یہی حالت تھی کہ ساتھ چھوڑنے پر آمادہ نہ تھا ؎

روٹھنے کو تو چلے روٹھ کے ہم ان سے ولے
مڑ کے تکتے تھے کہ اب کوئی منا کے لے جائے

(ذکر آزاد صفحہ ۳۴۸، ۳۴۹)

مولانا ملیح آبادی نہ صرف مولانا آزاد سے محبت کرتے تھے بلکہ مولانا کے عزیزوں کو بھی وہ اپنا عزیز سمجھنے لگے تھے۔ خصوصاً مولانا کے سالے بدرالدین سے انھیں بہت محبت تھی۔ اتفاق سے انھیں تنفس کی شکایت تھی اور اس بیماری نے انھیں سخت پریشان کر رکھا تھا۔ ایک مرتبہ وہ معالجے کے سلسلے میں رانچی میں مقیم تھے اور مولانا ملیح آبادی ان سے ملنے جانا چاہتے تھے۔ ادھر الہلال (۱۹۲۷ء) نیا نیا نکلا تھا اور ابھی اس کے چند ہی پرچے شائع ہوئے تھے۔ کام کا آغاز محنت اور توجہ کا طالب تھا۔ اس لیے مولانا آزاد ان کے سفر میں کسی حد تک مانع تھے۔ کچھ دنوں تک یہ کشمکش جاری رہی۔ بالآخر ایک دن ملیح آبادی نے سفر کا فیصلہ کر لیا۔ یہ تفصیل انھی کے قلم سے ملاحظہ ہو "گستاخی" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"رانچی کا سفر طے ہو گیا ... آخر میں نے ... طے کر لیا کہ ... جیل ... پورا اخبار تیار کر چکا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا اور بعد کے ممبر کے لیے بھی کئی مضمون لکھ ڈالے تھے۔ رانچی رات کو ریل جاتی تھی چلنے سے پہلے مولانا کے لیے رقعہ لکھ دیا کہ وطن سے تار آیا ہے اور میں جا رہا ہوں۔

یقیناً یہ میری بڑی اخلاقی کمزوری تھی کہ غلط بیانی سے کام لیا مجھے صاف لکھ دینا تھا کہ رانچی جا رہا ہوں۔ آج تک اپنی اس اخلاقی گراوٹ پر سخت نادم ہوں۔

چوبیس گھنٹے ٹھہر کر رانچی سے لوٹ آیا اور آتے ہی معلوم ہو گیا کہ مولانا میرا پرزہ پاکر فوراً نیچے اتر آئے تھے۔ بہت برہم تھے۔ اخباروں میں ٹائم ٹیبل دیکھا۔ انکوائری آفس سے فون پر ریل کے اوقات معلوم کیے۔ سمجھ گئے کہ رانچی گیا ہوں۔

صبح کو مولانا اپنے کمرے میں آکر بیٹھے اور میں مضامین لے کر پہنچا، تو چہرے سے خفگی ظاہر تھی۔ دیکھتے ہی کہنے لگے:

مولانا: گھر پر خیریت تو ہے؟

میں: (سوال کا مطلب سمجھتے ہوئے) جی!

مولانا: مولوی صاحب، آپ دفعتاً چلے گئے۔ رات ہی کو تار آیا تھا؟

میں: کچھ ایسی ہی بات تھی!

مولانا: آپ میں اخلاقی کمزوری ہے۔ آپ کو شرمندہ ہونا چاہیے!

میں: یہ نہ فرمائیے!

یہ کہتے ہوئے مجھ پر غصے کا سخت دورہ پڑا، ہاتھ کے مضمون مولانا کے منھ پر کھینچ پھینکے اور یہ کہتے ہوئے کمرے سے نکلنے لگا "میں آپ کے ساتھ کام نہیں کروں گا" مگر مولانا نے لپک کر پکڑ لیا۔ اور عجیب لہجے میں فرمانے لگے "میں نے تو کوئی گستاخی نہیں کی مجھے معاف کر دیجیے"!

لیکن میں غصے سے بے خود ہو رہا تھا۔ اپنے کمرے میں چلا آیا۔ اور اسباب باندھنے لگا معاً مولانا کے آخری لفظ یاد آ گئے اپنی بھیانک حرکت بھی یاد آ گئی اور ایسا معلوم ہوا کہ شرم وندامت سے زمین میں گڑا جا رہا ہوں انتہائی کوفت کے عالم میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور اسی وقت چونکا جب تیسرے پہر کو ملازم نے آکر کہا "مولانا آپ کو بلا رہے ہیں"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب میرے لیے اور بھی مصیبت تھی نہ شرم سے جا سکتا تھا نہ جانے سے انکار کر سکتا تھا۔ جانا ہی پڑا، مگر پاؤں اٹھتے نہ تھے، جیسے من من بھر کے ہو گئے ہوں، بڑی مشکل سے پہنچا، مگر نگاہیں زمین پر گاڑے، بالکل سنگین مجرم کی طرح۔ مگر مولانا نے دیکھتے ہی ایسی بشاشت سے گفتگو شروع کر دی اور دنیا جہان کے ایسے ایسے لطیفے چھیڑ دیے کہ میں اپنا قصور ہی بھول گیا۔ اور بے اختیار کھلکھلانے لگا۔ بعد میں کبھی مولانا نے نہ میری اس شرمناک حرکت کی طرف اشارہ کیا، نہ مجھے معذرت ہی کرنے کا موقع دیا۔"

(ذکر آزاد ص ۳۴۹ تا ۳۵۰)

یہ تھے مولانا آزاد کے اخلاق کریمانہ اور مولانا ملیح آبادی سے ان کی محبت وشفقت، اور یہ تھی مولانا ملیح آبادی کی سعادت اور توفیق الٰہی جس نے کبھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

دوسرے دور میں الہلال صرف چھ مہینے جاری رہ سکا۔ اگرچہ اس کی اشاعت چار ہزار سے زائد تھی لیکن حالات ایسے پیش آئے کہ اسے بند کر دینا پڑا۔ اب مولانا ملیح آبادی نے مولانا آزاد سے الگ ہو جانے کا قطعی فیصلہ کر لیا اور مولانا آزاد کو بھی بادل نخواستہ یہ فیصلہ قبول کر لینا پڑا۔ مولانا ملیح آبادی اپنے ایک دوست سید محمد مجری کے مکان پر اٹھ گئے مصر کے تین بڑے اخبارات المقطم، الاہرام اور البلاغ سے خط وکتابت کی، تینوں اخباروں نے انھیں اپنا نمائندہ بنا لیا۔ جس سے انھیں خاصی آمدنی ہونے لگی۔ مولانا ملیح آبادی لکھتے ہیں " مولانا اس زمانے میں لگاتار چھ مہینے چپ رہے، نازوں کے پلے تھے۔ پیرزادے تھے..... لیکن میں بھی آخر کچھ تھا۔ بے بلائے نہ جانے پر اڑا رہا بالآخر مولانا کو خط لکھ کر بلانا ہی پڑا" ملیح آبادی لکھتے ہیں،

"مولانا اکثر فرمایا کرتے تھے "مولوی صاحب آپ نے بڑا ناک میں دم کر دیا ہے بڑے وہ ہیں، آپ بھی" پورے چھ مہینے کی جدائی کے بعد۔ چھ صدیوں کی جدائی کے بعد، خط آتا ہے، مجھ سے مل جاؤ"۔

کیسی محبت تھی دونوں میں! مولانا آزاد کیسی ان کی ناز برداری کرتے تھے اور ملیح آبادی کو ان سے کیسا عشق تھا، کہ ایک ہی شہر میں تھے، لیکن چھ مہینے کی عدم ملاقات کو چھ صدیوں کی جدائی محسوس کرتے تھے۔

© rasailojaraid.com

اس کے بعد مولانا آزاد سیاسی ہنگاموں میں مصروف ہو گئے قید وبند کی زندگی کا ایک نہ ٹوٹنے

© rasailojaraid.com

والا سلسلہ چلا۔ ۱۹۳۰ء میں گرفتار ہوئے اور ڈیڑھ سال کے لیے پسِ دیوارِ زنداں بھیج دیے گئے، ۱۹۳۳ء میں گرفتاری عمل میں آئی اور ایک سال کے لیے پابند سلاسل کر دیے گئے، پھر ۱۹۴۰ء میں تقریباً دو سال کی قید و بند کی زندگی سے سابقہ پڑا، اور ۱۹۴۲ء میں پھر وہ تقریباً تین سال کے لیے قید کر دیے گئے ۱۹۴۵ء میں رہائی ملی تو ملک ایک ہنگامہ خیز سیاسی زندگی سے گزر رہا تھا۔ ۱۹۴۶ء میں عارضی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ اگرچہ مولانا کے تمام رفقاء کا اصرار تھا کہ وہ حکومت میں ضرور شریک ہوں لیکن مولانا نے صاف انکار کر دیا لیکن ۱۹۴۷ء کے آغاز میں ان کے لیے ذمہ داری سے اعراض و انکار کی کوئی گنجائش نہ رہی اور بالآخر مولانا کو عبوری حکومت میں تعلیم کا قلم دان وزارت سنبھالنا پڑا، ملک میں فسادات پھوٹ پڑے تھے۔ پہلے نواکھالی، بنگال، بہار میں پھر پنجاب میں اور بالآخر دہلی بھی فسادات کی لپیٹ میں آ گئی۔ اس زمانے میں مولانا کو اپنے سر پیر کا ہوش نہ تھا ان کے صبح و شام بھی ان کے اپنے نہ رہے تھے۔

اس دوران میں مولانا ملیح آبادی بھی نئے نئے اخبارات کے اجرا، پریس کے قیام، معاش کے لیے جدوجہد، گھر بار کی ذمہ داریوں میں مصروف رہے۔ ۱۹۲۸ء میں روزانہ ہند نکالا، پھر ہفتہ وار ہند جاری کیا، اجالا کا اجراء عمل میں آیا۔ ۱۹۴۶ء تک پہنچتے پہنچتے "آزاد ہند" کے نام سے ایک نیا اخبار نکالا، اسی دوران میں پریس بھی اپنا ذاتی قائم کر لیا، بچوں کی تعلیم و تربیت کے مسائل، گھر بار کی ذمہ داریاں، سیاسی و صحافتی زندگی کی ہنگامہ خیزیاں تھیں کہ سر کھجانے کی فرصت نہ ملی تھی۔ اس دوران میں انھیں بعض مسائل میں مولانا سے اختلاف ہوا، لیکن مولانا سے محبت و عقیدت کا جو رشتہ استوار ہوا تھا۔ اس پر حرف نہ آیا۔ مولانا ملیح آبادی کی سیرت کا یہ ایسا پہلو ہے جسے ضرور اجاگر کیا جانا چاہیے۔ مولانا مہر مرحوم فرماتے ہیں:

"حق گوئی اور راست بازی کی یہ کیفیت کہ اپنے عقیدے کے بے باکانہ اظہار میں اہل دنیا کا کوئی بھی تعلق ان کا عناں گیر نہ ہو سکا۔ جس حد تک مجھے اندازہ ہے۔ مولانا آزاد سے بڑھ کر انھیں غالباً کسی سے محبت و عقیدت نہ تھی، لیکن مجھے معلوم ہے کہ ایک معاملے میں ان سے اختلاف ہوا تو اپنی رائے ایسے انداز میں وا شگاف طریق پر پیش کر دی کہ کوئی دوسرا عقیدت کیش شاید ہی اس کے لیے تیار ہوتا۔" (آزاد ہند، ملیح آبادی نمبر ص ۲۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دونوں بزرگ ایک دوسرے کے حالات، اس کی سیاسی سرگرمیوں سے ناواقف نہ تھے ایسا بھی نہ تھا کہ ان کی ملاقاتیں آپس میں نہ ہوتی ہوں، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اب وہ صبح و شام کی ملاقاتیں اور سفر و حضر کا ساتھ نہ تھا۔ مولانا آزاد صحافت کی زندگی کو ترک کر چکے تھے اور مولانا ملیح آبادی صحافت کے جدید دور کی تاریخ بنانے میں مصروف تھے۔

آزادی کے بعد ملک کی تعمیر اور اسلامی ممالک سے ملک کے تعارف کے لیے مولانا ملیح آبادی کی خدمات کی ضرورت محسوس ہوئی تو انھیں دہلی بلا لیا۔ پہلے انھیں انڈین کونسل فار کلچرل ریلیشنز کے سہ ماہی رسالے ثقافت الہند کا ایڈیٹر بنایا۔ پھر آل انڈیا ریڈیو میں انھیں شعبہ عربی کا سپروائزر بنایا یا دونوں ذمہ داریوں کو مولانا ملیح آبادی نے بہ حسن و خوبی انجام دیا بلکہ حسنِ خدمت کی ایک مثال قائم کی، اگر مصر، شام، عراق، حجاز میں ملک کا بہترین تعارف ہے اور اسے عزت و وقار کی نظر سے دیکھا جاتا ہے تو اس میں سب سے زیادہ حصہ مولانا ملیح آبادی کا ہے۔

یہ معلوم ہے کہ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی بصرف مولانا کے اصرار سے دہلی آئے تھے ورنہ ان کا کاروبارِ اخبار و پریس بہترین چل رہا تھا۔ ملازمت کی انھیں ضرورت نہ تھی ان کے لیے دہلی کا قیام کوئی منافع بخش نہ تھا۔ ملازمت ان کے مزاج کے بھی خلاف تھی لیکن مولانا کے حکم و اصرار کے آگے کچھ نہ بول سکے تھے۔ فروری ۱۹۵۸ء میں مولانا کے انتقال کے بعد اب کوئی ایسی رکاوٹ باقی نہ رہی۔ دہلی اور دہلی کے کاروبار سے ان کا نہ صرف جی اچاٹ ہو گیا بلکہ وہ زندگی ہی سے بیزار ہو گئے۔ یہ بات انھوں نے مولانا ریاست علی ندوی کے نام خط میں لکھی۔ یہی بات انھوں نے دیوان سنگھ مفتوں سے گفتگو میں فرمائی اور یہ حقیقت تھی کہ وہ دہلی سے ہی نہیں زندگی سے بیزار ہو گئے تھے مولانا کے انتقال کا ان کے قلب پر بہت اثر تھا۔ جمیدہ سلطان لکھتی ہیں:

"مارچ ۱۹۵۸ء میں حضرت مولانا آزاد علیہ الرحمۃ کا ماتمی جلسہ ہوا تو اس میں آخری تقریر ملیح آبادی صاحب نے فرمائی۔ لیکن حال یہ تھا کہ بولنا چاہتے تھے تو آواز فرطِ غم سے گلو گیر ہوئی جاتی تھی۔ تمام جسم میں کپکپی تھی اور وہ اس عالم اضطراب و دفور رقت میں بہ مشکل تمام کہہ رہے تھے۔ جس کو مرنا تھا وہ زندہ ہے اور جس کو جینا چاہیے تھے وہ ابدی نیند سو گیا۔ ان کی ان مختصر سی باتوں کا ان الفاظ میں انجام کی" آزاد ہند ملیح آبادی (نمبر ص ۴۱-۴۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"مولانا مہر صاحب مرحوم نے لکھا ہے کہ مولانا کی وفات پر جتنا وہ روئے شاید ہی کوئی دوسرا عقیدت مند رویا ہو۔" (ایضاً ص ۳۱)

بالآخر ایک روز وہ دہلی سے روانہ ہو گئے یہ ۱۹۵۸ء کے اواخر کا واقعہ ہے کلکتہ میں ان کے بیٹے احمد سعید ملیح آبادی تھے ان کے پاس چلے گئے پھر طبیعت خراب ہوئی تو ملیح آباد گئے لیکن وہاں پہنچ کر ان کی حالت زیادہ بگڑ گئی تو انھیں بمبئی لے جایا گیا۔ ۲۴ر جون ۱۹۵۹ء کو وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔ میت کو ملیح آباد لایا گیا ۲۶ر تاریخ کی شام کو تدفین ہوئی۔

ہندوستان پاکستان میں مولانا آزاد سے محبت کرنے والے بہت ہیں لیکن جیسی محبت ملیح آبادی کو مولانا سے تھی اس کی مثال نہیں۔ ۱۹۵۴ء میں جب وہ بیمار ہوئے تو پتہ چلا کہ کینسر کے موذی مرض میں مبتلا ہیں تو اس سے گھبرانے یا پریشان ہونے کے بجائے مولانا آزاد کو خوش خبری سنائی۔ احمد سعید ملیح آبادی لکھتے ہیں:-

"۱۹۵۴ء میں کینسر کا پہلا حملہ ہوا تو والد (مولانا ملیح آبادی) خوش خوش مولانا آزاد کے پاس گئے اور ہنس کر کہا "مولانا لیجیے! اب آپ مجھ سے بازی نہیں جیت سکتے پہلے میرے کوچ کا بندوبست ہو گیا ہے" مولانا یہ سن کر حیران رہ گئے تو والد نے انھیں بتایا کہ مجھے کینسر ہو گیا ہے۔ آپ سے بازی لگی ہوئی تھی کہ آگے کون جاتا ہے تو آپ سے آگے جا رہا ہوں" (آزاد ہند کلکتہ ملیح آبادی نمبر صفحہ ۱)

مولانا ملیح آبادی خوش ہو رہے تھے لیکن مولانا یہ خبر سن کر پریشان ہو گئے۔ مولانا نے مجبور کیا کہ وہ فوراً بمبئی جائیں۔ مولانا نے صوبائی حکومت کے ذریعے ٹاٹا ہسپتال میں داخلے اور معالجے کا انتظام کروایا۔ اس کے بعد مولانا آزاد کی زندگی تک ان کی صحت اور بیماری کی نگران سے زیادہ مولانا کو ہوتی تھی وہ انھیں مجبور کر کے معائنے کے لیے بمبئی بھیجتے تھے لیکن مولانا کے انتقال کے بعد ان کے دل میں جینے کی امنگ باقی نہ رہی تھی علاج معالجہ جو کچھ بھی ہوا تھا صرف بچوں اور عزیزوں کی تسلی کی خاطر تھا۔ انھیں خود اس کی پروا نہ تھی اب نہ مولانا آزاد اس دنیا میں ہیں نہ ان سے محبت کرنے والے ملیح آبادی زندہ ہیں لیکن دونوں کی یاد دلانے والی، ان کی بے مثال اور قابل رشک محبت کی داستان باقی ہے۔

© rasailojaraid.com